درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذیؒ کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی الصبر

صبر کا بیان

○ حدثنا الانصاری أخبرنا معن أخبرنا مالک بن أنس عن الزهری عن عطاء من یزید عن أبی سعید أن ناساً من الأنصار سالو النبی ﷺ فأعطاهم ثم سالوا فأعطاهم ثم قال: مایکون عندی من خیر فلن أدخره عنکم، ومن یستغن یغنه الله، ومن یستعف یعفه الله. ومن یتصبر یصبره الله. وما أعطی أحد شیئاً هو خیر و أوسع من الصبر...... وفی الباب عن أنس هذا حدیث حسن صحیح ...... ویروی هذاالحدیث عن مالک فلن أدخره عنکم، ویروی عنه، فلم أدخره عنکم والمعنی فیه واحد، یقول، لن أحبسه عنکم"

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا' تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو رسول اللہ نے پھر دے دیا۔ پھر فرمایا: میرے ساتھ جو کچھ مال ہو' میں اسے آپ سے منع نہیں کرتا ہوں' اور جو آدمی استغناء' بے احتیاجی ظاہر کرے' اللہ تعالیٰ بھی اس کو بے احتیاج بنادے گا۔ اور جو حرام لینے اور سوال کرنے سے باز رہے' اللہ تعالیٰ بھی اس کو ان چیزوں سے بچا کر پاک بنادے گا۔ اور جو کوشش کے ساتھ صبر اختیار کرے' اللہ تعالیٰ اس کو صبر ناک بنادے گا۔ اور کسی آدمی کو کوئی بھی ایسی چیز نہیں دی گئی جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع (یعنی کثیر النفع) ہو۔

اس باب میں حضرت انسؓ سے بھی روایت آئی ہے...... یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت مالک بن انسؓ سے اس طرح روایت کی جاتی ہے کہ : فلن أدخره عنکم، اور انہی سے اس طرح بھی روایت کی جاتی ہے کہ 'فلم ادخره عنکم' اور معنی دونوں کا ایک ہے' یعنی فرماتے ہیں کہ میں ہرگز آپ سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔

توضیح وتشریح: اس باب میں صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چاہیے کہ انسان پر جو تکلیف آئے' بھوک اور پیاس لگ جائے' غربت اور تنگدستی ہو بیماری یا کوئی مصیبت ہو تو مخلوق کے سامنے فریاد کرنا اور مخلوق کو اپنا احتیاج ظاہر کرنا یہ بے صبری کی علامت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ ہر تکلیف اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبر کرے۔ جزع فزع اور فریاد کرنا یا مخلوق سے اپنی تکلیف کے ازالہ کیلئے درخواست کرنا مناسب نہیں بلکہ صبر وتحمل کیساتھ اس کو برداشت کرے اور مخلوق کے سامنے استغناء اور بے احتیاجی کا مظاہرہ نہ کرے' اور اپنی مصیبت اور تکلیف دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے اور اس کی غیبی مدد تک صبر وتحمل اور حوصلہ مندی سے رہے۔ اور جو آدمی جس کام کیلئے عزم اور حوصلہ مندی کے ساتھ متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی وہ کام اس کیلئے آسان بنا دیتا ہے۔ پس جو آدمی استغناء چاہے اور اپنی حاجت مندی کو چھپا کر لوگوں سے بے احتیاجی ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو غنی اور بے احتیاج بنا دے گا۔ اور جو عفت طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو عفیف بنا دے گا۔ اور جو صبر ناک بننا چاہتا ہے اور تکلف کے ساتھ اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرتا رہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو صبر کی توفیق دے گا اور اس میں صبر کا ملکہ پیدا فرما دے گا۔ وہ صابر بن جائے گا۔ اور پھر صبر کا کوئی موقع اسکے ہاتھ سے نہیں جائے گا' مگر وہ اس میں صبر پر ہی ثابت قدم رہے گا اور اس طرح وہ' ان اللہ مع الصابرین اور وبشر الصابرین اور إنما یوفی الصابرون أجرھم بغیر حساب (الایات) کی خوشخبریوں کا مستحق قرار پاوے گا۔

صبر کی تین قسمیں: صبر تین چیزوں میں ہے: (۱) صبر عن المعصیة۔ یعنی گناہ سے اپنے آپ کو روکنا اور گناہ سے صبر کرنا۔ شیطان انسان کو قسم قسم کے گناہوں' سود خوری' حرام خوری' چوری کرنا' قتل وغارت' زنا' ڈاکہ اور دیگر فواحش ومنکرات کو مزین کر کے دکھلاتا ہے اور ان گناہوں کی طرف اس کو ترغیب دیتا ہے۔ اور نفس انسانی جو کہ انسان کا دشمن ہے' وہ بھی ان منکرات اور فواحش کی طرف میلان کرتا ہے' پس خدا ناشناس اور غافل لوگ ان منکرات او فواحش کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اور قسم قسم کے گناہ کر گزرتے ہیں اور ان کو احساس تک نہیں ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شیطان کی اس تزیین اور پھر اس مزین گناہ کی طرف بلانے کو بھی محسوس کرتے ہیں' اور پھر نفس کا ان گناہوں کی طرف میلان اور ہزار حیلہ سازی کے ساتھ نفس کا اپنے اس میلان اور خواہش کو ان کے سامنے پیش کرنا جانتے ہیں مگر یہ چونک جاتے ہیں' نفس اور شیطان کے دھوکہ میں نہیں آتے۔ اور شیطان کے چال اپنے اوپر چلنے نہیں دیتے' اور نفس پر قابو پا لیتے ہیں اور اس کو ناجائز مطالبات اور خواہشات سے روک لیتے ہیں' اور یہی صبر کا بہت ہی کٹھن مرحلہ ہے' لیکن جہاد مع النفس میں ثابت قدمی دکھانے سے تھوڑی مدت میں یہ گھاٹی طے ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے نفس قابو میں آجاتا ہے اور وہ صابر بن کر گناہوں سے بچتا رہتا ہے۔

والنفس کاالطفل إن تمهله شب علی　　حب الرضاع وإن تفطمه ینفطم

ترجمہ: یعنی انسان کا نفس، شیر خوار بچے کی طرح ہے، اگر ماں اس کو اسی طرح کھلا چھوڑ دے تو وہ جوان ہو کر بھی ماں کے دودھ پینے کی محبت اس کے دل میں ہوگی۔ لیکن اگر اس کی ماں اس کو دودھ سے (بتکلف) چھڑا دے تو وہ چھوڑ جائے گا۔ اور ماں کے دودھ پینے کا مطالبہ نہ کرے گا۔ پس نفس کا بھی یہی حال ہے کہ اگر اس کے ساتھ جہاد کیا جاوے اور اس کے چیخ چیخ کر رونے پر بھی اس کی ناجائز خواہش پوری نہ کی جائے اور اس کے بار بار مطالبہ پر اس کے ساتھ یہی روش اختیار کی جائے تو بالآخر یہ صابر ہوگا اور خواہشات کے مطالبہ کا سلسلہ ختم کر دے گا۔ اور ایسے لوگ نفس کو خواہشات سے منع کرنے والے ہیں۔

اور ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ربانی ہے: وأما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فإن الجنة هی المأوی (والنازعات) ترجمہ: اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے پیش ہو جانے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے منع کر لیا ہو پس جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

(۲) صبر علی الطاعة: دوسرا اطاعت وعبادت پر صبر کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو صحیح طور پر بجالانا اور مأمورات کی بجاآوری میں جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا اس کو صبر علی الطاعت کہا جاتا ہے۔ جاڑے اور سردی کے موسم میں رات کے وقت یا صبح سویرے اٹھ کر وضو کرنا اور نماز کے لئے مسجد میں جانا، یا سخت گرمی اور دھوپ میں نماز کو جانا، اپنے مال کا کچھ حصہ زکوٰۃ میں دینا، جہاد کرنا، روزہ رکھنا، رمضان کے مہینہ کو تو بالخصوص صبر کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ نیز فریضہ حج کی ادائیگی میں بے تحاشا تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا، یہ تمام چیزیں صبر علی الطاعة ہے۔

(۳) صبر علی المصیبة: تیسرا مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنا۔ انسان کو جو بھی مصیبت پہنچ جائے، مثلاً بیمار ہو جائے اور جسمانی تکلیف ہو جائے، یا کاروبار میں خسارہ ہو جائے: باغ اور فصل ہلاک ہو جائے یا کوئی عزیز اور قریب مر جائے۔ الغرض ہر وہ چیز جو انسان کو برا لگتا ہے اور اس سے انسان کو اذیت تکلیف ہوتی ہو اسے مصیبت کہا جاتا ہے، ہر تکلیف کے وقت مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر راضی ہو جائے اور اس تکلیف ومصیبت پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے، اور زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اگر چراغ بجھ جاتے تو بھی آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ بھی مصیبت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو وہ مصیبت ہے۔ پس اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صبر ایک جامع لفظ ہے اور یہ بہت ہی وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس نے پورے دین کو اپنے اندر سمولیا ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ میں اہل جنت پر فرشتوں کا سلام کہنا اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

والملئکة یدخلون علیھم من کل باب ٥ سلم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ٥

ترجمہ: اور فرشتے انکے پاس ہر (سمت کے) دروازے سے آتے ہونگے اور یہ کہتے ہونگے کہ تم (ہر آفت اور خطرے سے) صحیح سلامت رہو گے اس بناء پر کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے۔ سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔ (بیان القران) اس آیت کریمہ میں پورے دین حق پر مضبوط رہنے اور استقامت اختیار کرنے کو صبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اسی صبر و استقامت کے صلے میں انہیں جنت میں ہر خطرے سے محفوظ اور صحیح سلامت رہنے کی خوشخبری سنائی جائیگی۔

<u>ومن یستغن یغنه الله:</u> اور جو استغناء کرے اللہ تعالیٰ اسکو غنی کر دیگا۔ یعنی جو آدمی مجبور اور محتاج ہونے کے باوجود اپنے آپ کو غنی اور بے احتیاج ظاہر کرے۔ اور اپنی مجبوری اور حاجتمندی کو مخلوق سے چھپائے لوگوں سے سوال کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ تو اسکو غنی اور بے احتیاج بنا دیگا۔ اسکو غنی بنانے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی حاجت پوری فرما دیگا اور اسکی ضرورت کی چیز اسکو مہیا کر دے گا اور اسکو مخلوق کا محتاج نہیں چھوڑے گا۔

<u>تونگری دل:</u> اور دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیگا۔ اور یہی حقیقی غنا اور مالداری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ لیس الغنی عن کثرة العرض انما الغنی غنی النفس الحدیث۔ یعنی غنا اور مالداری۔ مال و متاع کی کثرت سے نہیں حقیقت میں غنا' نفس اور دل کا غنا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎ تونگری بدل است نہ بہ مال - وبزرگی بہ عقلست نہ بہ سال

جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا ہو انکی عجیب سی دنیا ہوتی ہے۔ ان کے پاس مال و دولت نہیں ہوتی لیکن ان کی ہر ضرورت پوری ہو جاتی ہے کسی بھی حاجت اور ضرورت میں وہ پریشان نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے دریا دل بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ہاتھ میں پیسے ٹکے نام کو نہیں ہوتے' لیکن اس کے باوجود وہ دوسرے محتاجوں بیکسوں اور بیواؤں کی خبر گیری بھی کرتے ہیں اور سخاوت' ضیافت و مہمان نوازی کا دنیا میں سکھا بٹھا دیتے ہیں۔

ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ　　ہمچناں در بند اقلیمے دگر
نیم نانے گر خورد مرد خدا　　بذل درویشاں کند نیمے دگر

<u>ومن یستعف یعفه الله:</u>

یعنی جو شخص حرام سے بچتا ہو اور مخلوق سے سوال کرنے سے اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتا ہو' تو اللہ تعالیٰ اس کو

ان چیزوں سے پاک وصاف کردے گا اور ممنوعات سے اس کو حفاظت میں رکھے گا۔ یعنی جو آدمی تھوڑا سا رزق اپنے لئے کافی سمجھے اور دوسروں کے حقوق پر ہاتھ ڈال کر حرام خوری سے بھی باز رہے اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرنے سے بھی گریز کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قناعت کی دولت سے مالا مال کردے گا۔ جو کہ ایک بے پایاں خزانہ ہے اور اس قناعت ہی سے انسان کا دل غنی اور آنکھیں سیر ہو جاتی ہیں۔

ایں دو چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

<u>ومن یتصبر یصبره الله:</u>

یعنی جو آدمی بڑی کوششوں کے ساتھ اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرتا ہو اور اس کو مشقتوں کے برداشت کرنے کا عادی بنا دیتا ہو۔ نیز محتاجی کی حالت میں لوگوں سے سوال کرنے اور لوگوں کے پاس جو مال ونعمت ہو اس کی طرف اشراف نفس سے اپنے آپ کو منع کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دے گا اور اس کے نفس کو صبر دے گا اور پھر اس کے لئے فقر وفاقہ اور مشقتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں کسی قسم کا احساس کمتری اور شکوہ شکایت نہیں آتی اور اس کی تفصیل ابھی گزر گئی۔

باب ماجاء فی ذی الوجهین

دو رُخ والا آدمی (یعنی منافق) کا بیان

O حدثنا هناد اخبرنا ابومعاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إن من شر الناس عند الله يوم القيمة ذالوجهين ....وفي الباب عن عمار وأنس .... هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین دو رُخ آدمی ہوگا۔ اس باب میں حضرت عمار اور حضرت انسؓ عنہما سے بھی روایتیں ہوئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

<u>توضیح وتشریح:</u>

یہ حدیث بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ تجد من أشر الناس يوم القيمة عند الله ذالوجهين الذي يأتي هؤلا بوجه وهؤلا بوجه

یعنی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین دو رُخ والے آدمی کو پاؤ گے جو کہ ان ایک فریق کے پاس ایک

رُخ کے ساتھ آتا ہے۔ اوران (دوسرے فریق) کے پاس دوسرے رُخ کے ساتھ۔

دورُخاپن کیا ہے؟

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ دورُخ والے آدمی اس لئے مخلوق خدا میں سے بدترین ٹھہرا کہ اس کی حالت منافق کی طرح ہے۔ یہ جھوٹ اور باطل کلام بنا کر ہر فریق کے سامنے چاپلوسی کرتا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان فساد پھیلاتا ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذوالوجہین وہ ہوتا ہے جو کہ ہر فریق کے پاس جاکر ایسے لب ولہجہ میں بات کرتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔ اس فریق کے ساتھ اس کی مرضی کی بات کرتا ہے۔ اور اپنے مخالف کی دشمنی پر اس کی تحسین کرتا ہے اور اس پر اس کے ساتھ اپنی حمایت کا یقین دلاتا ہے۔ اور جب دوسرے فریق کے پاس جاتا ہے تو ان کے ساتھ ان کی مرضی کے مطابق بات کرتا ہے اور پھر اپنے آپ کو ان کا حمایتی اور پہلے فریق کا دشمن اور مخالف باور کرا دیتا ہے' اسی طرح وہ ہر فریق کے سامنے اس کی تحسین وتعریف کرتا ہے جب وہ نظروں سے پنہاں ہوتا ہے تو یہ اس کی عیب جوئی اور برائی کرتا ہے پس اس کا یہ کام منافقت ہے اور اس کا کلام سراسر باطل اور جھوٹ ہے اور فریقین کو دھوکہ دے کر ان کے پوشیدہ رازوں کو معلوم کرنے کیلئے جعل سازی بھی کر رہا ہے جو کہ خیانت بھی ہے۔ اور کئی قسم کے فسادات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے یہ نہایت ہی قبیح عمل ہے۔ اس وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین آدمی ہوگا کیونکہ یہ شر' فتنہ اور فساد برپا کرنے کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

اور اگر اس کام یعنی ہر ایک فریق کی بات دوسرے کو پہنچانے سے اس کا ارادہ فریقین کے درمیان مصالحت کا ہو تو پھر یہ عمل بہتر اور محمود ہے۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں یہ ہر فریق کو اس کے قول وعمل کی تحسین وتعریف کرتا ہے اور جب دوسرے کے سامنے جاتا ہے تو پھر فریق اول کے قول وعمل کی مذمت کرتا ہے اور اس طرح ہر فریق کی دوسرے فریق کے سامنے برائی بیان کرتا ہے' تو یہ عمل شرعاً مذموم اور قبیح ہے۔ اور دوسری صورت میں جب یہ جس فریق کے پاس آتا ہے تو ان کے سامنے وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں دوسرے فریق کے لئے خیر وصلاح موجود ہو' اور ہر فریق کو دوسرے کی طرف سے خیر اور نیکی کی بات پہنچاتا ہے اور بری بات کو ممکن حد تک چھپاتا ہے تاکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات ابھر آئیں اور کدورتیں ختم ہوکر وہ آپس میں مصالحت کریں۔ یہ ایک بہترین اور شرعاً مطلوب عمل ہے: یہاں تک شریعت مقدسہ میں اس مقصد کے حصول کے جھوٹ بولنا جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے دلوں کو آپس میں جوڑنا اسلام کے اہم اور بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے